"حدیث کی دینی حیثیت"

تاریخ و تعامل صحابہ کی روشنی میں

(از جناب سید رئیس احمد صاحب جعفری ندوی)

عہد رسالت میں، احادیث کے ضبط و کتابت کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی، اس لئے کہ احتمال تھا کہ "قرآن" اور حدیث مخلوط نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں خود حدیث ناطق موجود تھی، یعنی سرکارِ رسالت کا وجود باجود جب تک رسالت مآب رونق بخش کارگاہِ حیات رہے اس وقت تک، حدیثیں منضبط نہیں ہوسکیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ جس وقت تک باقی رہی اس وقت تک استفسار و استصواب، سوال جواب اور پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری رہا۔ روزے کے متعلق شبہ ہوا کہ خیط ابیض کیا ہے اور خیط اسود سے کیا مراد ہے؟ سرکار نے اس کی تشریح فرمادی۔ امامت کون کرے؟ کس کا حق ہو؟ کتنے وقت کی نماز فرض ہوئی۔ فرشتوں کی حیثیت کیا ہے؟ تیمم کس کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ یہ اور اس قبیل کے بیسیوں جزئی سوالات ہیں جن کا جواب قرآن مجید میں نہیں مل سکتا۔ لامحالہ ہمیں اس عمل کو ڈھونڈنا پڑے گا جسے خود قرآن نے "اسوۂ حسنہ" سے یاد کیا ہے اور اس قول کی جستجو کرنی پڑے گی۔ جسے قرآن ہی نے ان ھو الا وحی یوحیٰ کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ جب ہم میں کسی بات میں اختلاف ہو، راہِ حق مفقود ہو رہی ہو۔ تو لامحالہ رُدُّوہُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ ہی پر سارا عمل ہوگا۔

خلفائے راشدین اور حدیث ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین خود بھی روایت بہت کم کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کم کرتے رہتے تھے۔ مندرجہ ذیل واقعات اس کی تردید کے لئے کافی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حدیث کے قبول کرنے میں سب سے پہلے احتیاط برتی۔ قبیصہ بن ذویب روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت آئی جو جدہ کا حق طلب کرتی تھی حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں تو میں تیرے لئے کچھ نہیں پاتا۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ نے اس

بارے میں کچھ فرمایا ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو مغیرہؓ اٹھے اور کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے وہ ایسا ہی فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کوئی شاہد؟ محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی تو آپ نے اسے نافذ فرمایا۔[۵۱]

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اگرچہ محتاط تھے لیکن بایں ہمہ اگر کوئی سچی حدیث انہیں مل گئی ہے تو انہوں نے اسے قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ حضرت عمرؓ کا احتیاط اس بارہ میں بہت زیادہ واضح ہے ایک بار کثرت روایت پر وہ حضرت ابوہریرہؓ[۵۲] کو پیٹنے کی دھمکی بھی دے چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر ان کے معیار کے مطابق انہیں کوئی حدیث مل گئی ہے تو انہوں نے بھی اسے تسلیم فرما لیا ہے۔[۵۳]

امام ذہبی حضرت عمرؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے محدثین کے لئے "تثبت فی النقل" لازم کر دیا اگر آپ کو شک ہوتا تو خبر واحد میں کبھی کبھی آپ تامل فرماتے چنانچہ جریری ابونضرہ سے اور وہ ابوسعید سے روایت کرتے ہیں کہ ابوموسےٰؓ نے دروازے کے پیچھے سے حضرت عمرؓ کو تین بار سلام کیا لیکن کوئی جواب نہیں ملا تو وہ واپس چلے آئے حضرت عمرؓ نے انہیں بلوایا اور کہا کہ تم واپس کیوں گئے انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں سے جب کوئی تین بار سلام کرے اور جواب نہ ملے تو اسے واپس ہو جانا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہیں اس قول پر دلیل لانا پڑے گی ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا۔ تو ابوموسےٰ ہمارے پاس آئے چہرہ کا ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے پوچھا کیا

۵۱۔ تذکرۃ الحفاظ جلد اول

۵۲۔ لیکن اس واقعہ کی نسبت حضرت ابوہریرہؓ کی طرف مشکوک ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک عبدالعزیز دراوردی ہے جس کا حافظہ ردی اور وہمی تھا۔ (تقریب) علاوہ ازیں دراوردی کے نیچے کے راویوں کا ذکر حافظ ذہبی نے نہیں کیا ہے۔ (رحیق)

۵۳۔ حضرت عمرؓ سے بسند صحیح حافظ ابن حزم نے ذکر کیا ہے عن عمر بن الخطاب قال سیاتی قوم یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنۃ اعلم بکتاب اللہ عزوجل (الاحکام ج ۲ ص ۱۴۲) یعنی کچھ لوگ آئندہ پیدا ہوں گے جو قرآن عزیز میں شبہات پیدا کریں گے۔ ان کی سنت سے گرفت کرو۔ کیونکہ سنت کے جاننے والے کتاب اللہ کو بہتر سمجھتے ہیں (رحیق)

حال ہے؟ انہوں نے اپنے واقعہ سے مطلع کیا اور دریافت کیا کہ تم میں سے کسی نے اسے سنا ہے۔ ہم نے کہا ہاں ہم میں سے ہر شخص نے سنا ہے۔ پھر ان کے ساتھ ایک آدمی کر دیا اس نے حضرت عمرؓ کو اس کی خبر دی

دوسرا واقعہ جو پیش کیا جاتا ہے اس میں حضرت عمرؓ نے اپنا مسلک اور واضح کر دیا ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے مسجد کی توسیع کے لئے حضرت عباسؓ سے ان کی زمین چاہی تو انہوں نے انکار کیا۔ اور حدیث بیان کی کہ تم زیادتی نہیں کر سکتے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا دلیل لاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ پس انہوں نے جماعت انصار سے اس کا تذکرہ کیا انصار نے حضرت عمرؓ سے اس کی تصدیق کی کہ ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں غیر معتبر نہیں سمجھتا لیکن یہ چاہتا تھا کہ حدیث ثابت ہو جائے۔

حضرت علیؓ اسی طرح حضرت علی بھی پورے اطمینان کے بعد حدیث قبول فرمالیتے تھے یہاں تک کہ وہ تو جو شخص حدیث بیان کرتا تھا اس سے قسم لے لیتے تھے۔

عمر بن عبد العزیزؒ جب حدیث اور سنن کی کثرت ہوئی اور یہ ناممکن ہو گیا کہ وہ انسانی حافظہ میں محفوظ رہ سکیں تو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جن کا زہد و ورع، علم و دیانت، راست بازی اور حق پسندی انصاف اور معدلت، خشیۃ فی اللہ اور استقامت علی الحق کا ہر فرد و بشر معترف ہے اور انہی اسباب کی بنا پر دنیا انہیں "ثانی عمر بن الخطاب" کے نام سے یاد کرتی ہے کتابت حدیث کا حکم دیا۔ اس کی جمع و تدوین کی کوشش کی اور اس کے ضبط اشاعت کے احکام صادر فرمائے

تدوین حدیث اس جگہ ایک اور خیال کی تصحیح ضروری ہے۔ کہ احادیث کی تدریس اور اشاعت اور ضبط کتابت کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا حالانکہ یہ سلسلہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ طاہر جزائری[1] کہتے ہیں کہ لوگوں کا یہ خیال صحیح نہیں۔ کہ عصر صحابہؓ اور عہد تابعین میں سوائے قرآن کے اور کچھ ضبط کتابت میں نہیں آیا تھا، حالانکہ ثبوت اس کا بھی موجود ہے کہ کتابت کا کام خود عہد نبوی اور عصر صحابہ میں شروع ہو گیا تھا چنانچہ زید بن ثابت نے "علم الفرائض" پر

۱؎ توجیہ النظر۔

ایک کتاب تالیف کی تھی۔ نیز بخاری نے اپنی صحیح میں وہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابوہریرہ نے عبداللہ بن عمرو کو اپنے سے افضل بالحدیث اس لئے تسلیم کیا کہ وہ لکھ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کتابت کا جو حکم ابوبکر بن حزم کو دیا تھا وہ خود جلیل القدر تابعی تھے۔ اور وہ صحابہ میں سے۔ سائب بن یزیدؓ، عباد بن تمیمؓ۔ اور عمر بن سلیم الزرقیؓ اور عمرہؓ اور خالدہ بنت انسؓ سے حدیث روایت کرتے تھے اس طرح زہریؒ بھی جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے حدیث لکھی۔ اور مدون کی حضرت زہری صحابہ میں سے۔ ابن عمرؓ، سہل بن سعدؓ، انس بن مالکؓ محمود بن الربیعؓ، سعید بن المسیبؒ۔ امامہ بن سہیل روایت کرتے ہیں، ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے اساطین علم وفضل نظر آتے ہیں۔ مثلاً معمر، اوزاعی، لیث، مالک اور ابن ابی ذئب وغیرہ۔ غرض یہ معاملہ تو بالکل صاف ہے کہ حدیث کی اشاعت اور کتابت کا کام عہد نبوی میں کچھ کچھ اور عہد صحابہ میں بہت کچھ اور عصر تابعین میں باقاعدہ شروع ہوگیا تھا۔

اصولِ تفسیر اُردو

جس میں اسلامی نظریات پرانے وقتوں میں یونانی فلسفے، ایرانی اوہام، ہندی تصوف اور علم کلام ومنطق کی آماجگاہ بنے رہے اور آج — ان کو موڑ توڑ کر یورپ کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔
اسی طرح قرآن کریم کی بعض تفاسیر پہلے — اور آج بھی — اصلیت سے ذرا پرے ہٹ کر کی جاتی رہیں۔

ساتویں صدی ہجری میں ان حالات نے

حضرت امام ابن تیمیہ رح

کو مجبور کیا کہ وہ تفسیر کے اصول لکھ کر ایک حقیقی معیار قائم کریں۔ چنانچہ آپ نے ایک رسالہ اصول تفسیر لکھ کر لوگوں کو مطمئن کر دیا۔

حال ہی میں مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اس کا سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے اس پر مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

سائز: ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات: ۱۱۲ قیمت: صرف ۱۲ آنے

المکتبۃ السلفیۃ۔ شیش محل روڈ۔ لاہور